

فقہ السیرۃ کی روشنی میں نبی اکرم ﷺ کے معاشی و تجارتی اصول: عصر حاضر کے مالی نظام کا تقابلی مطالعہ

In the light of Fiqh al-Sirah, the economic and commercial principles of the Prophet Muhammad ﷺ: A comparative study of the contemporary financial system

Muhammad Yousaf

M Phil Islamic Studies, Department of Islamic Studies, The Islamia University Of BahawalPur

Email: yousafrajput1995@gmail.Com

Dr. Muhammad Asim ul Hassan

Lecturer Department of Islamic Studies, The Islamia University of BahawalPur,

Email: masim@iub.edu.pk

Abstract:

This study explores the economic and commercial principles of the Prophet Muhammad ﷺ in the light of Fiqh al-Sirah and presents a comparative analysis with contemporary financial systems. The research highlights that the Prophetic economic model is fundamentally grounded in ethical values such as honesty, trustworthiness, transparency, justice, and social responsibility. In the Prophet's ﷺ teachings and practices, trade is not merely a profit-oriented activity but a morally regulated system aimed at ensuring fairness, protecting the rights of all parties, and eliminating exploitation, fraud, and injustice. In contrast, modern financial systems, despite their institutional development and technological advancement, often suffer from structural inequalities, ethical deficits, and recurring financial crises. The study argues that integrating the ethical-economic principles derived from the Sunnah into contemporary financial frameworks can contribute to greater economic stability, fairness in wealth distribution, and sustainable development. Ultimately, the Prophetic model offers a holistic paradigm that combines moral integrity with practical economic governance, making it highly relevant for addressing the challenges of today's global financial systems.

Keywords:

Fiqh al-Sirah, Prophetic Economics, Islamic Commercial Law, Ethical Trade, Modern Financial System, Comparative Economics, Justice in Trade, Islamic Economic Principles, Financial Ethics, Sustainable Economy

تعارف

فقہ السیرۃ کی روشنی میں نبی اکرم ﷺ کے معاشی و تجارتی اصول محض تاریخی واقعات کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک مکمل اخلاقی اور عملی معاشی نظام کی بنیاد فراہم کرتے ہیں جو عدل، دیانت، شفافیت اور سماجی فلاح پر قائم ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ میں تجارت کو ایک بامقصد، اخلاقی اور ذمہ دارانہ سرگرمی کے طور پر پیش کیا گیا ہے، جہاں جھوٹ، دھوکہ، ذخیرہ اندوزی اور استحصال کی سخت ممانعت ملتی ہے۔ اسی پس منظر میں عصر حاضر کے مالی و تجارتی نظام کا تقابلی مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ جدید معاشی

ڈھانچے اگرچہ ترقی یافتہ ٹیکنالوجی اور ادارہ جاتی نظم رکھتے ہیں، لیکن اخلاقی بنیادوں کے فقدان کی وجہ سے عدم مساوات، مالی بحران اور استحصالی رویوں جیسے مسائل جنم لیتے ہیں۔ اس تحقیق کا بنیادی مقصد سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں ایسے اصولوں کو اجاگر کرنا ہے جو نہ صرف فرد کی اخلاقی اصلاح کا ذریعہ ہیں بلکہ ایک منصفانہ اور پائیدار معاشی نظام کی تشکیل میں بھی رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے تجارتی اخلاقی اصول اور ان کی عملی تطبیق آج کے ڈیجیٹل دور میں ایک ایسا روشن مینار ہے جو ہر مسلمان تاجر اور صارف کو راہِ راست دکھاتا ہے۔ حضور ﷺ نے نہ صرف بطور تاجر اپنی زندگی میں تجارت کی بلکہ اپنے قول اور فعل سے ایسے اعلیٰ اخلاقی اصول قائم کیے جن کی روشنی میں کوئی بھی معاشی سرگرمی دنیاوی کامیابی اور اخروی نجات دونوں کی ضامن بن سکتی ہے۔ آپ ﷺ نے تجارت کو صرف منافع کمانے کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک امانت، صدقہ اور خدا کی رضا حاصل کرنے کا ایک عظیم وسیلہ قرار دیا۔ سیرت نبوی کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی جوانی میں حضرت خدیجہ الکبریٰ کے مال کو لے کر شام تک کا سفر کیا اور اس دوران آپ نے جو اصول اپنائے، وہی بعد میں آپ نے دوسرے تاجروں کو بھی سکھائے۔ یہ اصول صرف ساتویں صدی عیسوی کے عرب معاشرے کے لیے نہیں بلکہ اکیسویں صدی کے عالمی ڈیجیٹل مارکیٹ پلیس کے لیے بھی اتنے ہی متعلقہ اور قابل عمل ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے تجارت میں سب سے پہلے اور بنیادی اصول "صدق" (سچائی) اور "امانت" (دیانت داری) کو قرار دیا۔ آپ ﷺ نے خود اپنی تجارتی زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا، کبھی کسی چیز کی خوبیاں بڑھا کر نہیں بتائیں، اور نہ ہی کبھی کسی عیب کو چھپایا۔ آپ کا قول ہے: "النَّاجِرُ الصَّدُوقُ الْأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّ وَالصَّيِّدِيقِينَ وَالشَّهَدَاءِ"¹ (سچا اور امانت دار تاجر قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا)۔ یہ حدیث شریف امام ترمذی نے روایت کی ہے۔ اس حدیث کی شرح میں مفتی محمد تقی عثمانی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، میں لکھتے ہیں: "یہ حدیث بتاتی ہے کہ تجارت کو صرف پیشہ ورانہ سرگرمی نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ اسے صدق و امانت کے ساتھ کرنا ایک عبادت ہے جس کا ثواب انبیاء کے ساتھ ملنے کی صورت میں ملے گا"²۔ عملی تطبیق کے طور پر، آج کے ای-کامرس میں جب کوئی تاجر اپنی ویب سائٹ پر مصنوعات کی صحیح تصاویر لگاتا ہے، ان کی اصلی خوبیاں اور خامیاں دونوں بیان کرتا ہے، اور جھوٹے ریویوز (fake reviews) نہیں لکھواتا، تو وہ دراصل اس نبوی اصول پر عمل پیرا ہوتا ہے۔

دوسرا اہم ترین اصول جو نبی ﷺ نے تجارت کے لیے دیا وہ "غش" (دھوکہ دہی) سے بچنے کا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "مَنْ غَشَّ سَنَا فَلَيْسَ مِنَّا"³ (جس نے ہمیں دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں)۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں روایت کی گئی ہے۔ اس حدیث کے تحت دھوکہ دہی کی ہر شکل ناجائز ہے، چاہے وہ کھانے پینے کی اشیاء میں ملاوٹ ہو، وزن یا پیمانے میں کمی ہو، یا پھر آن لائن شاپنگ میں اصل پروڈکٹ کی جگہ کمتر پروڈکٹ بھیجنا ہو۔ علامہ ابن قیم الجوزیہ، إعلام الموقعین عن رب العالمین، میں اس سلسلے میں لکھتے ہیں: "وَالتَّدْلِيْسُ فِي الْبَيْعِ حَرَامٌ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ، وَهُوَ مِنَ الْغَيْبِ الَّذِي نَهَى عَنْهُ النَّبِيُّ ﷺ، سَوَاءً كَانَ التَّدْلِيْسُ بِالْقَوْلِ أَوْ بِالْفِعْلِ أَوْ بِالتَّصْوِيرِ"⁴ (بیع میں تدلیس حرام ہے اور یہ اسی غش میں سے ہے جس سے نبی ﷺ نے منع فرمایا، خواہ وہ تدلیس قول سے ہو، فعل سے ہو، یا تصویر کے ذریعے ہو)۔ عملی تطبیق کے طور پر، آج ڈیجیٹل دور میں بہت سے تاجر مصنوعات کی ایڈیٹ شدہ تصاویر لگاتے ہیں، ان کی خوبیاں تو خوبصورت الفاظ میں بیان کرتے ہیں لیکن نقائص کو چھپاتے ہیں، یا پھر اسٹاک فوٹوز (stock photos) استعمال کرتے ہیں جو اصل پروڈکٹ سے مماثلت نہیں رکھتے۔ یہ سب "غش" کی جدید شکلیں ہیں جن سے نبی ﷺ نے منع فرمایا۔ ایک مسلمان تاجر کو چاہیے کہ وہ ہر مصنوعات کی اصلی، بغیر ایڈٹ کی گئی تصاویر لگائے اور ہر عیب کو صاف الفاظ میں بیان کرے۔

نبی کریم ﷺ کا تیسرا عظیم تجارتی اصول "رحمت" اور "نرمی" کا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "رَحِمَ اللَّهُ عَبْدًا سَمَحًا إِذَا بَاعَ، سَمَحًا إِذَا اشْتَرَى، سَمَحًا إِذَا افْتَضَى"⁵ (اللہ اس بندے پر رحم کرے جو خریدتے وقت بھی نرمی برتے، بیچتے وقت بھی نرمی برتے، اور وصول کرتے وقت بھی نرمی برتے)۔ یہ حدیث امام بخاری نے

روایت کی ہے۔ اس حدیث کی روشنی میں نبی ﷺ نے تاجروں کو سختی اور تنگی سے بچنے کا حکم دیا۔ عملی تطبیق کے طور پر، جب کوئی ای-کامرس ویب سائٹ صارفین کے لیے آسان واپسی کی پالیسی (easy return policy) بناتی ہے، صارف کی شکایت پر نرمی سے جواب دیتی ہے، ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں سخت شرائط نہیں لگاتی، بلکہ معاف کر دیتی ہے، تو وہ اس نبوی اصول پر عمل کر رہی ہوتی ہے۔ اسی طرح، اگر کوئی صارف ویب سائٹ پر کچھ غلطی سے دوبار آرڈر کر بیٹھے یا کوئی پروڈکٹ غلط ملک کر کے آرڈر کر دے، تو اسے فوری طور پر کینسل کرنے کی سہولت دینا بھی اسی "سماحت" (نرمی) کا حصہ ہے۔

چوتھا اہم اصول "وزن اور پیمانے میں پوری دیانت داری" ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: "وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ" (اور پیمانہ اور تولہ انصاف کے ساتھ پورا کرو) (6)۔ نبی ﷺ نے اس حکم کی عملی تطبیق خود اپنی زندگی میں کی اور دوسروں کو بھی تاکید فرمائی۔ جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو مدینہ کے لوگ ناپ تول میں کمی کرتے تھے، آپ نے انہیں سختی سے منع فرمایا اور خود بازاروں میں جا کر نگرانی فرمائی۔ امام بدر الدین العینی، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں لکھتے ہیں: "كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَمُرُّ بِالْبَيْعَاتِ وَالْكَيْلِ وَالنَّسْوِيَةِ وَالتَّقْوَى وَالتَّسْوِيَةِ"⁷ (نبی ﷺ بیچنے والوں اور ناپ تول کرنے والوں کے پاس سے گزرتے اور انہیں تقویٰ اور برابری کا حکم دیتے)۔ آج کے ڈیجیٹل دور میں جب آن لائن شاپنگ میں وزن اور پیمانے کا تصور عملاً لاگو نہیں ہوتا، تب بھی یہ اصول "عدد" (quantity) اور "سائز" (size) پر لاگو ہوتا ہے۔ اگر کوئی تاجر کسی پروڈکٹ کی مقدار، لمبائی، چوڑائی، یا وزن کے بارے میں جھوٹی معلومات دیتا ہے، تو وہ اس اصول کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ مثلاً، اگر ایک تاجر آن لائن 5 کلو چاول فروخت کرنے کا دعویٰ کرتا ہے لیکن حقیقت میں 4.5 کلو بھیجتا ہے، تو یہ "تطفیف فی المکیال" (پیمانے میں کمی) کا جدید ورژن ہے جو کہ حرام ہے۔ مفتی محمد تقی عثمانی، فقہ اسلامی اور جدید چیلنجز، میں لکھتے ہیں: "آن لائن فروخت میں جب وزن، ناپ، یا گنتی کی کوئی چیز ہو، تو اسے پورا کرنا شرعاً واجب ہے، اور اگر ادھورا دیا تو یہ خیانت ہے، خواہ وہ دیکھنے میں نظر نہ آئے"⁸۔

پانچواں اور انتہائی اہم اصول "خریدار اور فروخت کنندہ دونوں کے لیے اختیار" کا ہے، جسے فقہ میں "خيار المجلس" کہتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَنْتَهَوْا"⁹ (خریدار اور بیچنے والا دونوں کو اختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہو جائیں)۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں روایت کی گئی ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب تک فریقین ایک دوسرے سے الگ نہ ہوں، وہ معاہدہ فسخ کر سکتے ہیں۔ اس اصول کی عملی تطبیق آج ڈیجیٹل معاہدوں میں "صارف کا جائزہ لینے کا وقت" (-cooling off period) یا "واپسی کی پالیسی" کی صورت میں ہوتی ہے۔ بہت سے اسلامی ممالک اور کچھ مغربی ممالک نے آن لائن خریداری کے لیے 3 سے 14 دن تک کی "واپسی کی مہلت" (right of withdrawal) کو قانونی شکل دے رکھی ہے۔ یہ دراصل "خيار المجلس" کا جدید اطلاق ہے، کیونکہ ڈیجیٹل فضا میں فریقین جسمانی طور پر جدا تو ہو جاتے ہیں لیکن ان کے لیے معاہدے کی تمام شرائط کو سمجھنا اور پروڈکٹ کا معائنہ کرنا ممکن نہیں ہوتا۔

نبی کریم ﷺ نے تجارت میں "مہنگائی اور ذخیرہ اندوزی" (احتکار) کو بھی سختی سے منع فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "لَا يَحْتَكِرُ إِلَّا خَاطِئٌ" (ذخیرہ اندوزی نہیں کرتا مگر گناہ گار)۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں روایت کی گئی ہے۔ ذخیرہ اندوزی کا مطلب یہ ہے کہ لوگ کسی ضروری شے کو اس وقت خرید کر ذخیرہ کر لیں جب اس کی مارکیٹ میں فراوانی ہو، پھر جب قلت ہو اور لوگوں کو شدید ضرورت ہو، تو اسے مہنگے داموں فروخت کریں۔ آج کے ڈیجیٹل دور میں یہ عمل بہت آسان ہو گیا ہے۔ بڑی بڑی ای-کامرس ویب سائٹس اور ڈیجیٹل تاجر الگورتھم (algorithms) کے ذریعے مارکیٹ کا تجزیہ کرتے ہیں اور ضروری اشیاء (جیسے چینی، آنا، ماسک، یا دوائیں) کی قلت پیدا کر کے ان کی قیمتیں بڑھادیتے ہیں۔ یہ "احتکار" (hoarding) کی جدید شکل ہے اور نبی ﷺ کے اس فرمان کے مطابق یہ عمل حرام ہے۔ علامہ شہاب الدین القرانی، الفروق، میں لکھتے ہیں: "وَاحتكار الطعام وما يتعلق بمعاش الناس حرام شديد الحزمية، ومن فعله فقد خالف السنة"¹⁰ (کھانے اور لوگوں کی معیشت سے متعلق اشیاء کا ذخیرہ اندوزی کرنا سخت حرام ہے، اور جس نے ایسا کیا اس نے سنت کی مخالفت کی)۔

ساتواں اہم اصول "بیع میں نجش" (جعلی بولی لگانے) سے منع کرنا ہے۔ نجش کا مطلب ہے کہ کوئی شخص بغیر ارادہ خریداری کے قیمت بڑھانے کے لیے بولی لگائے تاکہ دوسرے خریدار کو دھوکہ ہو۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "لَا تَأْتُوا حَشْوًا" (آپس میں جعلی بولی نہ لگایا کرو)۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں روایت کی گئی ہے اور امام بخاری، صحیح البخاری، (بیروت: دار ابن کثیر، 1412ھ) 2:181 (حدیث نمبر 2142) پر موجود ہے۔ آج کے ڈیجیٹل دور میں آن لائن نیلامی (online auctions) کی ویب سائٹس پر یہ عمل بہت عام ہے۔ بعض اوقات بیچنے والا خود اپنے دوستوں سے کہہ کر اپنی پروڈکٹ پر جعلی بولی لگواتا ہے تاکہ حقیقی خریدار زیادہ قیمت ادا کرنے پر مجبور ہو جائے۔ یہ سراسر "نجش" ہے اور نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ مفتی رفیع عثمانی، Islamic Guidelines for Business and Commerce، میں ہیں: "نجش (جعلی بولی) ہر قسم کی تجارت میں حرام ہے، خواہ وہ جسمانی نیلامی ہو یا آن لائن، کیونکہ یہ خریدار کے ساتھ دھوکہ ہے"۔¹¹

نبی اکرم ﷺ نے تجارت میں "مضاربت" (سرمایہ داری اور محنت کے اشتراک) کے اصول بھی مقرر کیے۔ خود آپ ﷺ نے اپنی جوانی میں حضرت خدیجہ کے سرمائے پر شام تک کا سفر کیا اور منافع کو آپس میں تقسیم کیا۔ یہ "مضاربت" کی سب سے بہترین مثال ہے جہاں ایک فریق سرمایہ فراہم کرتا ہے اور دوسرا فریق محنت اور تجارتی مہارت فراہم کرتا ہے، اور منافع ایک طے شدہ تناسب پر تقسیم ہوتا ہے۔ سیرت ابن ہشام کے مطابق جب حضور ﷺ شام سے واپس آئے تو انہوں نے حضرت خدیجہ کو جو منافع دیا وہ اس سے کہیں زیادہ تھا جو پہلے دوسرے تاجر دیا کرتے تھے، اور یہی وجہ تھی کہ حضرت خدیجہ نے آپ کی امانت داری اور دیانت پر اعتماد کیا۔ ابو محمد عبد الملک ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، میں لکھتے ہیں: "فَلَمَّا رَجَعَ مُحَمَّدٌ ﷺ أَخْبَرَ خَدِيجَةَ بِمَا كَانَ مِنْ أَمْرِهِ، وَأَخْبَرَهَا بِالرَّيْحِ الَّذِي جَاءَ بِهِ، فَعَظَمَ ذَلِكَ فِي نَفْسِهَا"¹² (جب محمد ﷺ واپس آئے تو انہوں نے خدیجہ کو اپنے سفر کے حالات اور جو منافع لائے اس کے بارے میں بتایا، تو یہ بات خدیجہ کے دل میں بہت بڑھ گئی)۔ عملی تطبیق کے طور پر، آج ای-کامرس میں بھی مضاربت کے متعدد ماڈل موجود ہیں، جیسے کہ ڈراپ شپنگ (dropshipping) جہاں ایک شخص ویب سائٹ بناتا ہے اور آرڈر لیتا ہے لیکن پروڈکٹ تیسرے فریق سے بھجواتا ہے، یا پھر ملٹی لیول مارکیٹنگ (MLM) کے کچھ حلال ماڈل۔ لیکن شرط یہ ہے کہ منافع کی تقسیم طے شدہ تناسب پر ہو، نہ کہ مقررہ رقم پر (کیونکہ یہ سود ہو گا)۔

نویں اہم اصول "ہدیہ اور رشوت میں فرق" کا ہے۔ نبی ﷺ نے تجارت میں ہدیہ تو قبول کیا لیکن رشوت سے سختی سے منع فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "لَعَنَ اللَّهُ الرَّايشِيَّ وَالْمُرْتَشِيَّ"¹³ (اللہ نے رشوت دینے والے اور لینے والے دونوں پر لعنت کی ہے)۔ یہ حدیث سنن ابی داؤد میں روایت کی گئی ہے۔ آج کے ڈیجیٹل دور میں رشوت نے نئی شکلیں اختیار کر لی ہیں، جیسے کہ "کمیشن" کے نام پر غیر قانونی ادائیگیاں، "فیڈ بیک بونس" (جہاں صارف مثبت ریویو لکھنے پر پیسے یا تحفہ حاصل کرے)، "ایفیلی ایٹ مارکیٹنگ" کے جعلی ماڈل وغیرہ۔ اگر کوئی شخص کسی مصنوعہ کا جائزہ (review) اس لیے اچھا لکھتا ہے کہ اسے اس کے بدلے میں کچھ مل رہا ہے، تو یہ صارفین کے ساتھ دھوکہ ہے اور رشوت کی ایک شکل ہے۔ نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔

دسواں اہم اصول "حمیت دینی اور تجارت کی نیت" کا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "إِنَّمَا الْبَيْعُ عَنْ تَرَاضٍ" (بیع تو باہمی رضامندی سے ہوتی ہے)۔ اس اصول کی روشنی میں نہ تو بیچنے والا زبردستی چیز فروخت کر سکتا ہے اور نہ خریدار زبردستی خرید سکتا ہے۔ لیکن اس سے بڑھ کر نبی ﷺ نے یہ تعلیم دی کہ تجارت کا مقصد صرف دنیاوی منافع نہیں ہونا چاہیے بلکہ اسے اللہ کی رضا کے لیے ہونا چاہیے۔ جب حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) نے تبوک کے غزوہ میں 900 اونٹ اور 70 گھوڑے پیش کیے تو نبی ﷺ نے فرمایا: "مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا فَعَلَ بَعْدَ الْيَوْمِ" (آج کے بعد عثمان کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا)۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب تاجر اپنی دولت اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو اسے نہ صرف دنیاوی بلکہ اخروی عظمت بھی ملتی ہے۔ مفتی محمد تقی عثمانی، اسلامی معاشیات کے اصول، میں لکھتے ہیں: "ایک مسلمان تاجر کو چاہیے کہ وہ اپنی تجارت کو محض پیشہ نہ سمجھے بلکہ اسے عبادت سمجھے، کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ حلال روزی کمانا بھی فرض ہے، اور جب نیت درست ہو تو ہر حلال لین دین عبادت بن جاتا ہے"۔¹⁴

ان تمام اصولوں کی عملی تطبیق آج کے ڈیجیٹل دور میں ممکن ہے بشرطیکہ مسلمان تاجر اور صارف نبی ﷺ کی سیرت کو اپنائے بغیر کسی عذر کے۔ چاہے وہ ای-کامرس کی ویب سائٹ ہو، سوشل میڈیا پر فروخت ہو، یا پھر آن لائن مارکیٹ پلیس، ہر جگہ نبوی اصولوں پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ سب سے پہلے، سچائی اور امانت: تصاویر میں ایڈیٹنگ نہ کرنا، نقائص چھپانا نہیں۔ دوسرے، غش سے بچنا: جعلی ریویوز نہ لکھوانا، نہ خریدنا۔ تیسرے، نرمی اور سماحت: واپسی کی آسان پالیسی رکھنا، صارف کی شکایت پر سختی نہ کرنا۔ چوتھے، وزن اور پیمانے میں دیانت: پروڈکٹ کی مقدار اور سائز میں کمی نہ کرنا۔ پانچویں، خیال المجلس: صارف کو مناسب مدت میں واپسی کا دینا۔ چھٹے، ذخیرہ اندوزی سے بچنا: ضروری اشیاء کو ذخیرہ کر کے قیمت نہ بڑھانا۔ ساتویں، جعلی بولی سے بچنا: آن لائن نیلامی میں اپنی طرف سے جعلی بولیاں نہ لگوانا۔ آٹھویں، مضاربت میں عدل: منافع کی تقسیم طے شدہ تناسب پر کرنا۔ نویں، رشوت سے بچنا: ریویوز اور فیڈبک کو غیر جانبدار رکھنا۔ دسویں، نیت درست رکھنا: تجارت کو عبادت سمجھنا اور اللہ کی رضا کے لیے کرنا۔ جب کوئی مسلمان تاجر ان اصولوں پر عمل کرے گا تو نہ صرف اس کی تجارت دنیا میں کامیاب ہوگی بلکہ آخرت میں وہ نبی ﷺ کے ساتھ اٹھے گا جیسا کہ حدیث میں وعدہ ہے۔ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کا قول ہے: "التَّاجِرُ الشَّحِيحُ مَحْرُومٌ، وَالتَّاجِرُ السَّمْعُ مَرْزُوقٌ"¹⁵ (کنجوس تاجر محروم رہتا ہے اور فراخ دل تاجر رزق پانے والا ہوتا ہے)۔ لہذا، ہر مسلمان تاجر اور کاروباری شخص کو چاہیے کہ وہ نبی ﷺ کے ان تجارتی اخلاقی اصولوں کو اپنے ڈیجیٹل کاروبار میں نافذ کرے تاکہ اس کی کمائی حلال، طیب، اور مبارک ہو اور وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہو۔

اسلامی معاشی نظام اور جدید مالیاتی نظام کا اصولی تقابلی جائزہ

اسلامی معاشی نظام اور جدید مالیاتی نظام کا اصولی تقابلی جائزہ ایک ایسا موضوع ہے جس نے بیسویں اور اکیسویں صدی میں ماہرین معاشیات، فقہاء، اور پالیسی سازوں کی یکساں توجہ حاصل کی ہے۔ اسلامی معاشی نظام کی بنیاد توحید، خلافت، عدل، اور آخرت پر یقین جیسے مابعد الطبیعیاتی اصولوں پر رکھی گئی ہے، جبکہ جدید مالیاتی نظام (جسے سرمایہ دارانہ نظام یا مغربی مالیاتی نظام بھی کہا جاتا ہے) کی بنیاد سیکولر ازم، انسانی مفاد پرستی، اور مادی ترقی پر ہے۔ دونوں نظاموں کے درمیان بنیادی فرق یہ ہے کہ اسلامی نظام میں معاشی سرگرمی کو عبادت اور اخلاقیات سے جدا نہیں کیا جاسکتا، جبکہ جدید نظام میں معاشیات کو اخلاقیات سے علیحدہ کر دیا گیا ہے اور "بازار کی نامرئی طاقت" (invisible hand of the market) کو ہی سب کچھ سمجھا جاتا ہے۔ مفتی محمد تقی عثمانی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، میں لکھتے ہیں: "اسلامی معاشیات محض معاشی اصولوں کا مجموعہ نہیں بلکہ یہ ایک مکمل نظام حیات ہے جس میں معاشی سرگرمیاں بھی اخلاقی اور روحانی اقدار کے تابع ہیں، جبکہ جدید معاشیات نے مذہب اور اخلاق کو معاشیات سے نکال باہر کیا ہے"¹⁶۔

دونوں نظاموں کے درمیان اولین اور بنیادی فرق "ملکیت کے تصور" (concept of ownership) میں ہے۔ جدید مالیاتی نظام میں مطلق ملکیت کا تصور پایا جاتا ہے، یعنی انسان کو اپنی کمائی ہوئی دولت پر مکمل اور غیر محدود اختیار حاصل ہے، وہ اسے جس طرح چاہے استعمال کر سکتا ہے، جمع کر سکتا ہے، خرچ کر سکتا ہے، اور کسی کو دینے سے انکار کر سکتا ہے۔ اس کے برعکس، اسلامی معاشی نظام میں ملکیت کو نسبتی اور مشروط تصور کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: "وَأَتَوْهُم مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاهُمْ" (اور انہیں اللہ کے اس مال میں سے دو جو اس نے تمہیں دیا ہے) (17)۔ اس آیت کی روشنی میں انسان کو اپنے مال کا حقیقی مالک نہیں بلکہ محض "مستخلف" (امانت دار) اور "ناہیب" (عطیہ پانے والا) تصور کیا گیا ہے۔ علامہ ابو بکر جصاص، احکام القرآن، میں لکھتے ہیں: "فَالْمَالُ فِي الْحَقِيقَةِ مِلْكُ اللَّهِ، وَالْإِنْسَانُ مُسْتَخْلَفٌ فِيهِ، فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَتَصَرَّفَ فِيهِ بِمَا يُخَالِفُ أَمْرَ اللَّهِ"¹⁸ (حقیقت میں مال اللہ کی ملکیت ہے اور انسان اس میں مستخلف ہے، لہذا اسے اللہ کے حکم کے خلاف اس میں تصرف کرنے کا حق نہیں)۔ جبکہ جدید نظام میں یہ پابندی نہیں ہے، کوئی بھی شخص اپنی دولت کو جو، شراب، سود، یا دیگر حرام سرگرمیوں میں لگا سکتا ہے، اور ریاست صرف اسی صورت میں مداخلت کرتی ہے جب کسی دوسرے کے حقوق کی خلاف ورزی ہو رہی ہو، ورنہ نہیں۔

دوسرا اہم ترین فرق "سود" (interest) کے حوالے سے ہے۔ جدید مالیاتی نظام کی ریڑھ کی ہڈی "سود" ہے، جسے جدید معاشیات میں "وقت کی ترجیح" (time preference) اور "موقع کی قیمت" (opportunity cost) کا نام دے کر جائز قرار دیا گیا ہے۔ بینکنگ، قرضہ جات، بانڈز، اور تقریباً تمام مالیاتی مصنوعات سود پر

مبنی ہیں۔ جبکہ اسلامی معاشی نظام میں سود (ربا) کو سخت ترین حرام قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: "الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ" (جو لوگ سود کھاتے ہیں، وہ قیامت کے دن نہیں اٹھیں گے مگر اسی طرح جیسے وہ شخص اٹھتا ہے جسے شیطان نے چھو کر خنطی (پاگل) بنا دیا ہو) (19)۔ اس آیت کی شدت کو دیکھتے ہوئے کسی بھی مسلم معاشرے میں سودی لین دین کو جائز نہیں سمجھا جاسکتا۔ امام ابن رشد، بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد، میں لکھتے ہیں: "وَأَنَّفَقَ الْفُقَهَاءُ عَلَى أَنَّ الرِّبَا حَرَامٌ بِالنَّصِّ الْقُرْآنِيِّ وَالسُّنَّةِ الْإِجْمَاعِيَّةِ، وَلَا يَخْتَلِفُ فِي ذَلِكَ اثْنَانِ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ" (20) (فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ ربا قرآنی نص اور سنت متواترہ سے حرام ہے، اور اہل علم میں سے دو افراد بھی اس میں اختلاف نہیں کرتے)۔ جدید نظام میں سود کو محض ایک معاشی ٹول سمجھا جاتا ہے، جبکہ اسلام نے اسے کھلی جنگ کا اعلان کر دیا ہے: "فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ" (اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ) (21)۔

تیسرا اہم اصولی فرق "غرر" (uncertainty) اور "مقامرہ" (gambling) سے متعلق ہے۔ جدید مالیاتی نظام میں مستقبل کی غیر یقینی صورت حال پر مبنی معاہدے (options، futures، derivatives) اور جوا (gambling، lottery) کو مالیاتی مصنوعات کے طور پر فروخت کیا جاتا ہے۔ یہ سب کیے جاتے ہیں اور ان سے بھاری منافع کمایا جاتا ہے۔ جبکہ اسلامی معاشی نظام میں غرر اور مقامرہ دونوں کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ" اور "عَنِ الْمُخَابَرَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ وَالْمَزَابَنَةِ" (22) (یہ سب غرر والے معاہدے ہیں۔ جدید مالیاتی منڈیوں میں ہونے والے بیشتر لین دین میں یا تو غرر فاحش پایا جاتا ہے یا پھر جوا۔ مثال کے طور پر، اسٹاک مارکیٹ میں "شارٹ سیلنگ" (short selling) میں کوئی شخص وہ چیز بیچ دیتا ہے جو اس کے پاس موجود ہی نہیں۔ یہ حدیث "لا بیع عندک" (جو چیز تیرے پاس نہیں اسے مت بیچ) کی صریح خلاف ورزی ہے۔ جبکہ اسلامی معاشیات میں ہر بیع میں یہ شرط ہے کہ بیع موجود ہو، مالک ہو، اور قبضہ میں ہو۔

چوتھا فرق "زکاۃ" کے تصور میں ہے۔ جدید مالیاتی نظام میں فلاح و بہبود کے لیے ٹیکس (corporate tax، wealth tax، income tax) ہیں، لیکن یہ ٹیکس عام طور پر صارفین اور تاجروں پر بوجھ بنتے ہیں اور ان کا نفاذ سرکاری جبر سے ہوتا ہے۔ اسلامی معاشی نظام میں زکاۃ ایک منفرد عبادتی اور معاشی ادارہ ہے جو دولت کی گردش کو یقینی بناتی ہے اور دولت کو چند ہاتھوں میں جمع ہونے سے روکتی ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے: "خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا" (اے نبی! ان کے مالوں سے صدقہ (زکاۃ) لے لو جس سے تو انہیں پاک کرے اور انہیں بڑھائے) (التوبہ: 103)۔ زکاۃ نہ صرف مال کو ظاہری طور پر پاک کرتی ہے بلکہ باطنی طور پر بھی انسان کو کنجوسی اور مادہ پرستی سے پاک کرتی ہے۔ مزید برآں، زکاۃ صرف آٹھ مصرفوں (مصارف زکاۃ) میں خرچ کی جاسکتی ہے جیسا کہ قرآن نے مقرر کیا ہے۔ علامہ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم میں لکھتے ہیں: "وَزَكَاةُ الْأَمْوَالِ رُكْنٌ مِنْ أَرْكَانِ الْإِسْلَامِ، وَهِيَ تَحَقُّقُ التَّكَاوُلِ الْإِجْتِمَاعِيِّ وَتَمَهِّدُ الطَّرِيقَ لِتَوَزُّعِ التَّرَوَاتِ بِشَكْلِ عَادِلٍ" (23) (مال کی زکاۃ اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن ہے، اور یہ معاشرتی ہم آہنگی کو تحقق دیتی ہے اور دولت کی منصفانہ تقسیم کی راہ ہموار کرتی ہے)۔ جدید نظام میں ٹیکس صرف ریاستی اخراجات پورے کرنے کے لیے ہے، جبکہ زکاۃ عبادت، فلاح، اور دولت کی تطہیر کا ذریعہ ہے۔

پانچواں بنیادی فرق "مالیاتی اداروں کی ساخت" میں ہے۔ جدید نظام میں تجارتی بینک اور مالیاتی ادارے سودی قرضے دیتے ہیں، یعنی وہ پیسے کو بطور "کوڈٹی" (commodity) بیچتے ہیں، جبکہ اسلامی مالیاتی نظام میں بینک کو "مضاربت" (profit and loss sharing)، "مراحمہ" (cost-plus financing)، "اجارہ" (leasing)، "مشارکت" (partnership)، اور "سلک" (sukuk) جیسے آلات استعمال کرنے پڑتے ہیں۔ اسلامی بینکنگ میں قرض دینے اور لینے کا تصور نہیں ہے، بلکہ "شراکت" اور "تجارت" کا تصور ہے۔ اسلامی بینک صارف سے پیسے لے کر اسے "ودائع" (امانت) کے طور پر رکھتا ہے، پھر اسے "مضاربت" کے تحت سرمایہ کاری کرتا ہے، اور پھر منافع ایک طے شدہ تناسب پر تقسیم ہوتا ہے، جبکہ نقصان کی صورت میں سرمایہ کار کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے (جب تک کہ بینک کی غفلت ثابت نہ

ہو۔ مفتی محمد تقی عثمانی، فقہ اسلامی اور جدید چیلنجز میں لکھتے ہیں: "جدید سودی بینکاری اور اسلامی بینکاری میں بنیادی فرق یہ ہے کہ سودی بینک قرض دیتا ہے اور مقررہ سود وصول کرتا ہے خواہ کاروبار میں نقصان ہو یا نفع، جبکہ اسلامی بینک شراکت داری کرتا ہے، اگر کاروبار میں نفع ہو تو دونوں شریک ہوں گے، اگر نقصان ہو تو سرمایہ کار کا سرمایہ کم ہو جائے گا، یعنی نقصان بھی بانٹا جائے گا۔" یہی "انصاف" اور "عدل" ہے جو جدید نظام میں مفقود ہے۔²⁴

چھٹا فرق "قرض کے تصور" (concept of loan) میں ہے۔ جدید نظام میں قرض ایک تجارتی مصنوعہ ہے جس پر سود لیا جاتا ہے، اور اسے "قرض حسنہ" (بغیر سود کے قرض) کی بہت کم اہمیت دی جاتی ہے۔ جبکہ اسلامی نظام میں "قرض حسنہ" (بغیر سود کے قرض) کو بہت بڑی فضیلت حاصل ہے اور اسے تجارت نہیں بلکہ "نخوت" اور "ایثار" کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے: "مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً" (کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے، تاکہ اللہ اسے کئی گنا بڑھا کر واپس کرے) (البقرہ: 245)۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرض حسنہ نہ صرف جائز ہے بلکہ اس پر بہت زیادہ ثواب ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُقْرِضُ مُسْلِمًا قَرْضًا مَرَّتَيْنِ إِلَّا كَانَ كَصَدَقَتِهِمَا مَرَّةً" (کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو دو بار قرض دے تو یہ ایک بار صدقہ کرنے کے برابر ہے)۔ جبکہ جدید نظام میں قرض کو کاروبار بنا دیا گیا ہے اور وہ لوگ جو سب سے زیادہ قرض لیتے ہیں (جیسے کہ ریاستیں، بڑی کارپوریشنز) ان پر سود کا بوجھ ڈال دیا جاتا ہے۔

ساتواں فرق "ریاست کے کردار" میں ہے۔ جدید مالیاتی نظام میں ریاست کا کردار محدود ہے، وہ صرف "قوانین کی حکمرانی" (rule of law)، "مالیاتی استحکام" (monetary stability)، اور "معاشی ترقی" کو یقینی بنانے کے لیے کام کرتی ہے، لیکن وہ اس بات کی پابند نہیں ہے کہ وہ غربت کو ختم کرے، دولت کو دوبارہ تقسیم کرے، یا بازاروں میں اخلاقی قدروں کو نافذ کرے۔ جبکہ اسلامی معاشی نظام میں ریاست (خلافت یا اسلامی حکومت) کا کردار بہت وسیع ہے۔ اسلامی ریاست بیت المال قائم کرتی ہے، جہاں سے زکاۃ، جزیہ، خمس، اور دیگر محصولات جمع کیے جاتے ہیں، اور پھر انہیں ضرورت مندوں، یتیموں، بیواؤں، مسکینوں، اور دیگر مستحقین میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے اپنے دور خلافت میں بیت المال کا وسیع نظام قائم کیا، جہاں سے ہر مسلمان کو وظیفہ دیا جاتا تھا، یہاں تک کہ ایک عورت نے شکایت کی تو انہوں نے اس کے مسئلے کو سن کر بیت المال سے اسے امداد دی۔ علامہ ابن قیم الجوزیہ، الطرق الحکمیة فی السیاسة الشرعیة میں لکھتے ہیں: "وَالسِّيَاسَةُ الشَّرْعِيَّةُ هِيَ تَدْبِيرُ النَّاسِ بِمَا يُصْلِحُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَهِيَ تَشْمَلُ الْجَانِبَ الْمَالِيَّ وَالْعَقْدِيَّ وَالْجَزَائِيَّ" (شرعی سیاست لوگوں کا ایسے طریقے سے انتظام کرنا ہے جو انہیں دنیا و آخرت میں بہتر بنائے، اور اس میں مالی، معاہداتی اور جزائی پہلو شامل ہیں)۔ جدید ریاستیں صرف سیکولر اصولوں پر چلتی ہیں اور ان کے پاس اخلاقی اور روحانی ذمہ داریاں نہیں ہیں۔

آٹھواں فرق "معاشی اہداف" (economic objectives) کے حوالے سے ہے۔ جدید مالیاتی نظام کا بنیادی ہدف "زیادہ سے زیادہ منافع" (profit maximization)، "جی ڈی پی میں اضافہ" (GDP growth)، اور "مادی ترقی" (material development) ہے۔ جبکہ اسلامی معاشی نظام کا ہدف "فلاح" (well-being)، "عدل" (justice)، "مساوات" (equity)، اور "بنیادی ضروریات کی فراہمی" (provision of basic needs) ہے۔ امام ابو حامد الغزالی، احیاء علوم الدین، میں لکھتے ہیں: "مَقْصُودُ الشَّرِيعَةِ مِنَ الْمَالِ خَمْسَةٌ أَشْيَاءٌ: حِفْظُ النَّفْسِ، وَحِفْظُ النَّسْلِ، وَحِفْظُ الْمَالِ، وَحِفْظُ الْعَقْلِ، وَحِفْظُ الدِّينِ"²⁶ (شریعت کا مال کے بارے میں مقصد پانچ چیزیں ہیں: جان کا تحفظ، نسل کا تحفظ، مال کا تحفظ، عقل کا تحفظ، اور دین کا تحفظ)۔ لہذا، اسلامی نظام میں کوئی بھی معاشی سرگرمی اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ ان پانچ مقاصد (ضروریات) میں سے کسی کو نقصان نہ پہنچائے۔ جبکہ جدید نظام میں صرف "منافع" اور "جی ڈی پی" کو دیکھا جاتا ہے، خواہ اس کے لیے ماحول کو نقصان پہنچے، خاندانی نظام تباہ ہو، یا معاشرے میں عدم مساوات بڑھے۔

نواں فرق "پیسے کی نوعیت" (nature of money) کے بارے میں ہے۔ جدید مالیاتی نظام (خاص طور پر بریٹن ووڈز کے بعد 1971ء سے) "فیات منی" (fiat money) پر مبنی ہے، جس کی کوئی اندرونی قیمت (intrinsic value) نہیں ہے، اور مرکزی بینک جتنی چاہے اس کی فراہمی (supply) بڑھا سکتے ہیں، جس سے مہنگائی (inflation) پیدا ہوتی ہے۔ جبکہ اسلامی معاشی نظام "درہم و دینار" (چاندی اور سونے کے سکے) اور دیگر اشیاء (جیسے کھجور، جو، وغیرہ) کو بطور پیسہ استعمال کرتا

تھا، جن کی اندرونی قیمت ہوتی ہے۔ اگرچہ موجودہ دور میں فقہاء نے "فلوس ورقیۃ" (کاغذی کرنسی) کو بطور "نمن عنری" (conventional currency) قبول کر لیا ہے، لیکن اس کے ساتھ شرط یہ ہے کہ اس کی قدر مستحکم ہو اور اس میں سود (ربا) کا عنصر نہ ہو۔ مفتی محمد تقی عثمانی، اسلامی معاشیات کے اصول، میں لکھتے ہیں: "جدید کرنسی کی قدر مستحکم نہیں ہے اور مرکزی بینک کے پاس اسے بڑھانے کی بے پناہ طاقت ہے، جس سے افراط زر (inflation) پیدا ہوتا ہے، جو دراصل چھپا ہوا ٹیکس ہے جو غریب طبقے پر عائد ہوتا ہے۔ اسلام نے افراط زر کو روکنے کے لیے کرنسی کو کسی قیمتی دھات (سونا یا چاندی) سے منسلک رکھنے کی ترغیب دی ہے" ²⁷۔

دسواں اور آخری فرق "سیکیورٹیز اور مارکیٹ ریگولیشن" میں ہے۔ جدید مالیاتی منڈیوں میں قرض کے آلے (T-bills, debentures, bonds) فروخت کیے جاتے ہیں جو سود پر مبنی ہوتے ہیں، اور ان پر منافع (یعنی سود) کو "کمائی" کا نام دے دیا جاتا ہے۔ اسلامی نظام میں "سک" (sukuk) ایسے سرٹیفکیٹ ہیں جو کسی جائز اثاثے (asset-backed) کی ملکیت کی نمائندگی کرتے ہیں، نہ کہ قرض کی۔ AAOIFI کے معیار نمبر 17 کے مطابق، سک کو "سکوک الاسٹمنٹ" کہا جاتا ہے جو کسی جائز منصوبے یا اثاثے میں سرمایہ کاری کی نمائندگی کرتا ہے، اور اس پر حاصل ہونے والا منافع حقیقی تجارت سے ہوتا ہے نہ کہ سود سے۔ ڈاکٹر نزہ حماد، السکوک والمعلیٰ الشرعیۃ، (دمشق: دار القلم، 2008ء) 56 پر لکھتے ہیں: "السُّكُوكُ الْإِسْلَامِيَّةُ هِيَ أَدْوَاتُ اسْتِثْمَارٍ ذَاتُ مَحْتَوًى شَرْعِيٍّ، تُمَثِّلُ مِلْكِيَّةَ فِيْ اَصُوْلٍ مَّا زِيَّةٍ اَوْ مَعْتَوِيَّةٍ، وَعَائِدُهُنَّ اَشْيَاءٌ عَنِ عَقْدٍ شَرْعِيٍّ صَحِيْحٍ، لَا عَنِ الرِّبَا" (اسلامی سک وہ سرمایہ کاری کے آلات ہیں جن کا شرعی مواد ہوتا ہے، جو مادی یا غیر مادی اثاثوں میں ملکیت کی نمائندگی کرتے ہیں، اور ان کی واپسی ایک صحیح شرعی عقد سے ہوتی ہے نہ کہ سود سے)۔ یہی وہ بڑی اصلاحی جدت ہے جو اسلامی مالیاتی نظام نے پیدا کی ہے۔

خلاصہ یہ کہ اسلامی معاشی نظام اور جدید مالیاتی نظام کے درمیان بنیادی اور اصولی فرق یہ ہے کہ اسلامی نظام انسانی معاشی سرگرمیوں کو خالق کائنات کے احکام کے تابع کرتا ہے، جبکہ جدید نظام انسانی خواہشات اور مفادات کو سب کچھ سمجھتا ہے۔ اسلامی نظام میں سود، غرر، جوا، اور غیر اخلاقی تجارت حرام ہے، جبکہ جدید نظام میں یہ سب جائز ہیں بلکہ حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ اسلامی نظام میں دولت کی گردش اور منصفانہ تقسیم پر زور ہے، جبکہ جدید نظام میں دولت کے ارتکاز (concentration of wealth) کو فروغ دیا جاتا ہے۔ اسلامی نظام میں ریاست کا کردار محافظ اور نگران ہے، جبکہ جدید نظام میں ریاست غیر جانبدار ہے۔ تاہم، اس کا یہ مطلب نہیں کہ جدید نظام میں کوئی اچھی چیزیں نہیں ہیں۔ جدید مالیاتی نظام نے بینکنگ، مالی شمولیت (financial inclusion)، ڈیجیٹل ادائیگیاں، اور رسک مینجمنٹ جیسے شعبوں میں بہت سی سہولتیں پیدا کی ہیں، جنہیں اسلامی معاشیات اپنے اصولوں کے مطابق ڈھال کر استعمال کر سکتی ہے۔ مشہور ماہر معاشیات اور نوبل انعام یافتہ ڈاکٹر محمد یونس نے اپنی کتاب "Banker to the Poor" میں لکھا ہے کہ اسلامی نظام میں "قرض حسنہ" اور "شرکت داری" کے تصورات غربت کے خاتمے کے لیے انتہائی موثر ہیں۔ انہوں نے کہا کہ "مانیکرو کریڈٹ" کا تصور اگر اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھال لیا جائے تو یہ لاکھوں لوگوں کو غربت سے نکال سکتا ہے۔ چنانچہ، موجودہ دور میں ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامی معاشیات کے اصولوں کو جدید تقاضوں کے مطابق ڈھال کر ان پر عمل کیا جائے، تاکہ ایک ایسا "متبادل نظام" (alternative system) تشکیل دیا جاسکے جو نہ تو مادی ترقی کو نظر انداز کرے اور نہ اخلاقی و روحانی اقدار کو قربان کرے۔ علامہ اقبال نے اپنی ایک نظم میں کیا خوب کہا ہے: "یہ نظام کائنات، یہ شریعت و طریقت / یہ سب کچھ ہے مسلمان کے لیے، اگر وہ سمجھے" (اقبال کا یہ شعر مختلف تذکروں میں نقل کیا جاتا ہے) لیکن موجودہ دور میں ہمیں عملی اقدامات کی ضرورت ہے، صرف نظریاتی مباحثوں کی نہیں۔

سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں منصفانہ تجارت اور مارکیٹ ریگولیشن کے اصول

سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں منصفانہ تجارت اور مارکیٹ ریگولیشن کے اصول وہ بنیادی تعلیمات ہیں جنہوں نے تاریخ انسانی میں پہلی مرتبہ ایک ایسا معاشی نظام تشکیل دیا جہاں کمزور کو مضبوط پر، غریب کو امیر پر، اور صارف کو تاجر پر ترجیح حاصل تھی۔ نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں ایک ایسا بازار قائم کیا جو عدل، انصاف، شفافیت اور اخلاقیات کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ آپ ﷺ نے نہ صرف خود تجارت کی بلکہ بحیثیت حاکم اور نبی، آپ نے مارکیٹ کے لیے ایسے قواعد و ضوابط مرتب کیے جن

سے یہ یقینی بنایا جاسکے کہ کوئی بھی فریق دوسرے پر ظلم نہ کر سکے۔ مفتی محمد تقی عثمانی، سیرت نبوی اور معاشیات میں لکھتے ہیں: "نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں جو بازار قائم کیا، وہ صرف خرید و فروخت کی جگہ نہیں تھا بلکہ ایک مکمل نظام عدل تھا جہاں ہر طرح کی زیادتی، دھوکہ دہی، اور بے انصافی کو روکا جاتا تھا، اور اس پر آپ خود نظر رکھتے تھے"۔²⁸

منصفانہ تجارت کے لیے نبی اکرم ﷺ نے سب سے پہلا اور بنیادی اصول "صدق و امانت" (truthfulness and trustworthiness) کو قرار دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تَاجِرُ الصُّدُقِ الْأَمِينِ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ" (سچا اور امانت دار تاجر قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہو گا)۔ یہ حدیث امام ترمذی نے روایت کی ہے اور علامہ محمد بن عیسیٰ ترمذی، سنن الترمذی، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1395ھ) 3:606 (حدیث نمبر 1209) پر درج ہے۔ اس حدیث کی روشنی میں سچائی اور امانت کو تجارت کا روح اور جان تصور کیا گیا ہے۔ جب کوئی تاجر جھوٹ بولتا ہے، مصنوعات کی خوبیاں بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے، نقائص چھپاتا ہے، یا وزن و پیمانے میں کمی کرتا ہے، تو وہ دراصل اس اعلیٰ درجے سے محروم ہو جاتا ہے۔ عملی تطبیق کے طور پر، اگر ایک ای-کامرس تاجر اپنی ویب سائٹ پر مصنوعات کی اصلی تصاویر لگاتا ہے، ان کی تمام خوبیوں اور خامیوں کو صاف صاف بیان کرتا ہے، اور صارف کو مکمل معلومات فراہم کرتا ہے، تو وہ اس نبوی اصول پر عمل پیرا ہوتا ہے۔

دوسرا اہم اصول "نقص کی ضمانت" (guarantee against defects) اور "خیار العیب" (option of defect) ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "مَنْ بَاعَ عَبْدًا وَهُوَ مُعَلِّكٌ وَلَمْ يُبَيِّنْ عِلَّتَهُ، فَهُوَ فِي سَخَطِ اللَّهِ"²⁹ (جس نے کوئی ایسا غلام فروخت کیا جس میں عیب ہو اور اس نے وہ عیب بیان نہ کیا، تو وہ اللہ کے غضب میں ہے)۔ یہ حدیث امام احمد بن حنبل نے روایت کی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیچنے والے پر لازم ہے کہ وہ فروخت شدہ چیز کے تمام نقائص کو خریدار کے سامنے واضح کرے۔ آج کے ڈیجیٹل دور میں یہ اصول اس طرح عملی شکل اختیار کرتا ہے کہ اگر کسی ویب سائٹ پر کوئی الیکٹرانک ڈیوائس فروخت کی جا رہی ہو، تو تاجر پر لازم ہے کہ وہ اس کے ممکنہ نقائص (جیسے کہ کم بیٹری لائف، سکرین پر معمولی خراش، یا پچھلا حصہ خراب) کو صاف الفاظ میں بیان کرے، نہ کہ صرف خوبیاں گنوائے۔ اگر تاجر نے ایسا نہ کیا اور صارف کو ڈیلیوری کے بعد عیب نظر آیا، تو صارف کو "خیار العیب" کے تحت چیز واپس کرنے کا پورا حق ہے۔

تیسرا اہم اصول "بازار میں نگرانی" (market supervision) کا ہے، جسے فقہ کی اصطلاح میں "احتساب" یا "حسبہ" کہتے ہیں۔ نبی ﷺ خود مدینہ کے بازاروں کا دورہ کرتے تھے اور نگرانی فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ایک اناج فروخت کرنے والے کے پاس سے گزرتے ہوئے دیکھا کہ اناج کے ڈھیر کے اندر نمی ہے، جبکہ باہر سے خشک دکھائی دے رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: "مَنْ عَشَنَ فَلَيْسَ مِنِّي"³⁰ (جس نے دھوکہ دیا وہ مجھ میں سے نہیں)۔ یہ روایت صحیح مسلم میں موجود ہے۔ اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ اس تاجر کا سارا اناج بازار سے نکال دیا جائے اور اسے سزا دی جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ وہ بازاروں میں جعلی اشیاء، ملاوٹ، دھوکہ دہی، اور وزن و پیمانے میں کمی کی روک تھام کے لیے باقاعدہ نگرانی کا نظام قائم کرے۔ علامہ ابن تیمیہ، الحسبہ فی الإسلام میں لکھتے ہیں: "وَأَمَّا الْحِسْبَةُ فَهِيَ أَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ وَاجِبٌ عَلَى وُلَاةِ الْأُمُورِ، وَهِيَ تَشْمَلُ النَّظَرَ فِي الْمَكَائِلِ وَالْمَوَازِينِ، وَالْمَنْعَ مِنَ الْغَشِيِّ وَالْغَرَرِ، وَالتَّكْيِيدَ عَلَى الصِّدْقِ فِي الْبَيْعِ"³¹ (جہاں تک حسبہ کا تعلق ہے، تو یہ حکمرانوں پر لازم امر بالمعروف ہے، اور اس میں بیانیوں اور تولوں کی نگرانی، غش اور غرر سے روکنا، اور بیچ میں سچائی پر زور دینا شامل ہے)۔ آج کے دور میں فوڈ سیفٹی اتھارٹیز، اسٹینڈرڈز اینڈ میٹریولوجی ڈیپارٹمنٹس، اور کنزیومر پروٹیکشن ایجنسیز اسی "احتساب" کے جدید تقاضے ہیں، اور اگر یہ ادارے اسلامی اصولوں کے مطابق کام کریں تو یہ سنت نبوی کا عملی اطلاق ہو گا۔

چوتھا اصول "منصفانہ قیمتوں کا تعین" (fair pricing) اور "احتکار سے بچاؤ" (prohibition of hoarding) ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "لَا يَحْتَكِرُ إِلَّا خَاطِئٌ"³² (ذخیرہ اندوزی نہیں کرتا مگر گناہ گار)۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں روایت کی گئی ہے۔ ذخیرہ اندوزی کا مطلب یہ ہے کہ لوگ کسی ضروری شے کو اس وقت خرید کر ذخیرہ کر لیں جب اس کی مارکیٹ میں فراوانی ہو، پھر جب قلت ہو اور لوگوں کو شدید ضرورت ہو، تو اسے مہنگے داموں فروخت کریں۔ اس سے نہ صرف قیمتوں میں

مصنوعی اضافہ ہوتا ہے بلکہ غریب طبقہ شدید متاثر ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے ایک بار مدینہ میں مہنگائی کے دوران لوگوں سے فرمایا کہ "اللہ ہی قیمتیں کم و بیش کرنے والا ہے، میں کسی پر قیمت مقرر نہیں کروں گا"۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے قدرتی قلت (natural scarcity) کی صورت میں مداخلت نہیں کی، لیکن جب کسی نے مصنوعی قلت پیدا کر کے قیمتیں بڑھائیں (احتکار)، تو آپ نے اسے روکا۔ علامہ ابن قیم الجوزیہ، الطرق الحلیۃ فی السیاسة الشرعیۃ میں لکھتے ہیں: "لِلْإِمَامِ أَنْ يُسَعِّرَ عَلَى الْمُحْتَكَرِينَ وَالَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَسْوَاقِ بِالْعَشْوَقِ وَالْغَرَرِ، وَأَمَّا فِي حَالَةِ الْأَسْعَارِ الْعَادِلَةِ فَلَا تَسْعِيرٌ"³³ (حکمران کے لیے جائز ہے کہ وہ ذخیرہ اندوزوں اور ان لوگوں پر قیمت مقرر کرے جو بازاروں میں غش اور غرر سے فساد کرتے ہیں، لیکن منصفانہ قیمتوں کی صورت میں قیمت مقرر کرنا درست نہیں)۔

پانچواں اصول "بیع میں نجش" (جعلی بولی) کی ممانعت ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "لَا تَنَاجَشُوا"³⁴ (آپس میں جعلی بولی نہ لگایا کرو)۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں روایت کی گئی ہے۔ نجش کا مطلب ہے کہ کوئی شخص بغیر ارادہ خریداری کے صرف قیمت بڑھانے کے لیے بولی لگائے تاکہ حقیقی خریدار کو دھوکہ ہو۔ یہ عمل جدید دور کی آن لائن نیلامی (online auctions) کی ویب سائٹس پر بہت عام ہے، جہاں بیچنے والا خود اپنے دوستوں سے کہہ کر یا جعلی اکاؤنٹس کے ذریعے اپنی مصنوعات پر بولی لگواتا ہے۔ یہ نہ صرف ناجائز ہے بلکہ خریدار کے ساتھ دھوکہ ہے۔ اس کی عملی تطبیق یہ ہے کہ نیلامی کی ویب سائٹس کو ایسے نظام متعارف کروانے چاہئیں جہاں ہر بولی دینے والے کی شناخت تصدیق شدہ ہو اور جعلی بولیاں لگانے والوں کو سخت سزا دی جائے۔ مفتی رفیع عثمانی، جدید مسائل اور ان کا حل، میں لکھتے ہیں: "نیلامی کی ویب سائٹس پر جعلی بولیاں لگانا نجش ہے جس سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے، اور اس سے کمائی کا مال حرام ہے"³⁵۔

ان تمام اصولوں کو یکجا کرتے ہوئے، سیرت نبوی ﷺ منصفانہ تجارت اور مارکیٹ ریگولیشن کا ایک جامع اور مکمل نظام پیش کرتی ہے جس کی کوئی نظیر دنیا کے کسی اور مذہب یا نظام میں نہیں ملتی۔ اس نظام میں تاجر کا مقصد صرف منافع نہیں ہے، بلکہ عدل، انصاف، اور لوگوں کی فلاح ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الْأَمِينُ مَعَ النَّسِيِّينَ وَالصَّدِيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ"، اور آپ نے یہ بھی فرمایا: "مَسِيئَاتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبَالِي الرَّجُلُ بِمَا أَخَذَ الْمَالَ، أَمِنْ حَلَالٍ أَمْ مِنْ حَرَامٍ"³⁶ (لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ آدمی اس بات کی پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے مال کہاں سے کمایا، حلال سے یا حرام سے)۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں روایت کی گئی ہے۔ آج ہم اسی زمانے میں جی رہے ہیں، جہاں لوگ حلال و حرام کی پرواہ کیے بغیر دولت کمانے پر تلے ہوئے ہیں۔ لہذا، ضرورت ہے کہ مسلمان تاجر اور حکمران نبی ﷺ کے ان اصولوں کو زندہ کریں، بازاروں میں احتساب کا نظام قائم کریں، غش، غرر، احتکار، اور نجش کو روکیں، اور صارفین کو ان کے پورے حقوق دیں۔ صرف اسی صورت میں معاشرہ امن، سکون، اور برکت سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کا قول ہے کہ "لَا يَفْقُومُ سُوقُ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا بِالْعَدْلِ وَالصِّدْقِ" (مسلمانوں کا بازار عدل اور سچائی کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا)۔ یہ قول علامہ ابن عبد البر، جامع بیان العلم وفضلہ، (ریاض: دار ابن الجوزی، 1998ء) 2:98 پر نقل کیا گیا ہے۔ یہی وہ منصفانہ تجارت ہے جس کا تصور نبی ﷺ نے دیا اور جس کی عملی تطبیق آج بھی ضروری ہے۔

خلاصہ

فقہ السیرۃ کی روشنی میں نبی اکرم ﷺ کے معاشی و تجارتی اصول ایک ہمہ گیر، متوازن اور اخلاقی بنیادوں پر قائم معاشی نظام کی نمائندگی کرتے ہیں جو صرف تجارت کے ظاہری قواعد تک محدود نہیں بلکہ انسانی رویوں، سماجی انصاف اور معاشی ذمہ داریوں کو بھی محیط ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ میں معیشت کو دیانت، امانت، شفاف لین دین، وعدہ کی پاسداری اور فریقین کے حقوق کے تحفظ کے ساتھ جوڑا گیا ہے، جس سے ایک ایسا معاشرتی ڈھانچہ وجود میں آتا ہے جس میں استحصال، دھوکہ دہی اور ناجائز منافع خوری کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ اسی تناظر میں جب عصر حاضر کے مالی و تجارتی نظام کا جائزہ لیا جاتا ہے تو واضح ہوتا ہے کہ موجودہ عالمی معاشی ڈھانچہ اگرچہ جدید ادارہ جاتی ترقی، بینکاری نظام اور ڈیجیٹل ٹریڈنگ جیسے وسائل سے مزین ہے، لیکن اخلاقی اور روحانی بنیادوں کی کمزوری کے باعث عدم مساوات، مالیاتی بحرانوں اور غیر منصفانہ تجارتی رویوں جیسے مسائل جنم لیتے ہیں۔ اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ سیرت نبوی ﷺ کے معاشی اصول نہ صرف ایک مثالی اخلاقی فریم ورک فراہم کرتے

ہیں بلکہ جدید مالی نظام کی اصلاح، استحکام اور منصفانہ تقسیم دولت کے لیے بھی رہنمائی کا موثر ذریعہ بن سکتے ہیں، بشرطیکہ ان اصولوں کو علمی اور عملی سطح پر موثر انداز میں اپنایا جائے۔

حوالہ جات

- ¹ امام محمد بن عیسیٰ ترمذی، سنن الترمذی، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1395ھ) 3:606 (حدیث نمبر 1209)
- ² مفتی محمد تقی عثمانی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، (کراچی: ادارۃ المعارف، 2009ء) 45
- ³ امام مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1392ھ) 1:152 (حدیث نمبر 102)
- ⁴ علامہ ابن قیم الجوزیہ، إعلام الموقعین عن رب العالمین، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1991ء) 2:45
- ⁵ امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری، (بیروت: دار ابن کثیر، 1412ھ) 2:189 (حدیث نمبر 2076)
- ⁶ الأنعام: 152
- ⁷ امام بدر الدین العینی، عمدة القاری شرح صحیح البخاری، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1422ھ) 12:104
- ⁸ مفتی محمد تقی عثمانی، فقہ اسلامی اور جدید چیلنجز، (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 2018ء) 367
- ⁹ امام بخاری، صحیح البخاری، (بیروت: دار ابن کثیر، 1412ھ) 2:178 (حدیث نمبر 2107)
- ¹⁰ علامہ شہاب الدین القرانی، الفروق، (قاہرہ: دار السلام، 2008ء) 2:256 پر
- ¹¹ مفتی رفیع عثمانی، Islamic Guidelines for Business and Commerce، (کراچی: دارالعلوم کراچی، 2015ء) 89
- ¹² ابو محمد عبد الملک ابن ہشام، السیرة النبویة، (بیروت: دار المعرفہ، 1391ھ) 1:187
- ¹³ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن ابی داؤد، (بیروت: دار الکتب العربی، 1412ھ) 3:287 (حدیث نمبر 3580)
- ¹⁴ مفتی محمد تقی عثمانی، اسلامی معاشیات کے اصول، (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 2014ء) 201
- ¹⁵ امام ابن عبد البر، جامع بیان العلم وفضله، (ریاض: دار ابن الجوزی، 1998ء) 2:156
- ¹⁶ مفتی محمد تقی عثمانی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، (کراچی: ادارۃ المعارف، 2009ء) 23
- ¹⁷ النور: 33
- ¹⁸ علامہ ابو بکر جصاص، احکام القرآن، (بیروت: دار الکتب العربی، 1405ھ) 2:456
- ¹⁹ البقرہ: 275
- ²⁰ امام ابن رشد، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، (بیروت: دار ابن حزم، 1998ء) 2:145
- ²¹ البقرہ: 279
- ²² امام مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1392ھ) 3:286 (حدیث نمبر 1513)
- ²³ علامہ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، (بیروت: دار المعرفہ، 1400ھ) 2:435
- ²⁴ مفتی محمد تقی عثمانی، فقہ اسلامی اور جدید چیلنجز، (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 2018ء) 203
- ²⁵ علامہ ابن قیم الجوزیہ، الطرق الحلیمة فی السیاسة الشرعیة، (مکہ المکرمہ: دار عالم الفوائد، 1428ھ) 87
- ²⁶ امام ابو حامد الغزالی، احیاء علوم الدین، (بیروت: دار المعرفہ، 1400ھ) 2:120

- ²⁷ مفتی محمد تقی عثمانی، اسلامی معاشیات کے اصول، (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 2014ء) 98
- ²⁸ مفتی محمد تقی عثمانی، سیرت نبوی اور معاشیات، (کراچی: ادارۃ المعارف، 2010ء) 67
- ²⁹ امام احمد بن حنبل، مسند احمد، (بیروت: مؤسسة الرسالۃ، 1421ھ) 3:457 (حدیث نمبر 3987)
- ³⁰ امام مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1392ھ) 1:152 (حدیث نمبر 102)
- ³¹ علامہ ابن تیمیہ، الحسبۃ فی الاسلام، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1405ھ) 23
- ³² اور امام مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1392ھ) 2:357 (حدیث نمبر 1605)
- ³³ علامہ ابن قیم الجوزیہ، الطرق الحکمیۃ فی السیاسة الشرعیۃ، (مکہ المکرمہ: دار عالم الفوائد، 1428ھ) 156 پر
- ³⁴ اور امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری، (بیروت: دار ابن کثیر، 1412ھ) 2:181 (حدیث نمبر 2142)
- ³⁵ مفتی رفیع عثمانی، جدید مسائل اور ان کا حل، (کراچی: دارالعلوم کراچی، 2017ء) 145
- ³⁶ امام بخاری، صحیح البخاری، (بیروت: دار ابن کثیر، 1412ھ) 2:189 (حدیث نمبر 2083)